یہود اور اسلام کی کشمکش اور مسئلہ فلسطین

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

مشرق وسطیٰ میں ارض فلسطین عرصہ دراز سے مسلمانوں کے لیے آگ کی بھٹی بنی ہوئی ہے اور یہودی اسرائیل کے قیام سے لے کر آج تک فلسطین عوام کی نسل کشی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ یہودی تاریخ میں ہولوکاسٹ (Holocaust) تو ایک مرتبہ ہوا تھا لیکن اب تو اس پر بھی بحثیں ہو رہی ہیں کہ ہولوکاسٹ حقیقت تھا یا فسانہ) مگر فلسطین میں مسلمانوں کا ہولوکاسٹ روزانہ کا معمول ہے۔ یہودی تاریخ کا جائزہ لینے کے لیے مناسب ہوگا کہ درج ذیل سوالات پر غور کیا جائے۔(۱) یہودی کون ہیں؟ (۲) ان کی ذہنیت یا نفسیات کیا ہے؟ (۳) ان کے عروج و زوال کے ادوار کی تاریخ کیا ہے؟ (۴) ان کی مسلمانوں سے دشمنی کا سبب کیا ہے؟ (۵) ان کے مستقبل کے عزائم کیا ہے؟ (۶) ارض فلسطین تینوں آسمانی مذاہب کے لیے اہم کیوں ہے؟ اور (۷) مسئلہ فلسطین کا حل کیا ہے؟

یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن کا لقب بنو اسرائیل تھا۔ دراصل اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا جس کے معنی اللہ کا بندہ ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل یعنی یہودی قوم مصر چلی گئی اور قریباً چار پانچ سو سال وہیں مقیم رہی۔ حضرت موسیٰؑ کی بعثت کے وقت یہودی بدترین غلامی اور مصائب سے بھرپور زندگی بسر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعے انہیں فرعون مصر کی غلامی سے نجات دلائی۔ اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی اور اسی دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو جبل طور پر بلا کر تورات عطا کی۔ جبل طور صحرائے سینا میں ہے۔ یہودی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سابقہ امت مسلمہ تھے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب ہدایت دی اور میزان شریعت بھی عطا کی تھی اور یہ قوم اس منصب پر دو ہزار برس تک فائز رہی۔ اس عرصہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ بھی ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جاری رکھا۔ تورات کے مطابق 50 سے زائد انبیاء ان میں مبعوث کئے گئے۔ انہیں تین آسمانی کتابیں تورات، زبور اور انجیل دی گئی۔ اس قوم کی 3500 سال پرانی مستند تاریخ محفوظ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان میں نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ قرآن حکیم کے مطالعے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ قوم تھی یہی وجہ ہے کہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر 122 میں فرمایا گیا ترجمہ: ''اے بنی اسرائیل! ذرا یاد کرو ہمارے وہ انعامات جو ہم نے تم پر کئے اور ہم نے تم کو عالم پر فضیلت دی'' یہ آیت سورۃ بقرہ میں دو مرتبہ آئی ہے۔ دنیا پر فضیلت کی وجہ سے اس قوم کے ذہن میں یہ خناس پیدا ہو گیا کہ We are chosen poeple of the lord یعنی ہم خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں، لہٰذا ان کی نفسیات یہی بنی کہ دنیا میں انسان کامل تو ہم ہیں باقی لوگ انسان نہیں انسان نما حیوان یعنی Gentiles ہیں۔ جس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان انسان نما حیوانوں کا استحصال کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے۔ انہیں لوٹنا، ان کا خون چوسنا یا ان کا خون کرنا کوئی جرم نہیں۔ یہود کی فقہ کی کتاب ''تالمود'' میں صاف لکھا ہے کہ باقی اقوام کو دھوکہ دینا، ان کو لوٹنا، ان کا مال چوری کرنا، ان کا استحصال کرنا یہودیوں کا حق ہے لہٰذا وہ دنیا پر ایسا غلبہ چاہتے ہیں کہ پوری نوع انسانی کو حیوانیت کی سطح پر لے آیا جائے اور یہود ان کی محنت و مشقت کے حاصل یعنی کمائی ملائی سود کے ذریعے حاصل کرتے رہیں۔ یہود کے عروج کا آغاز فرعون مصر سے نجات کے بعد ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ کے قافلے کو لے کر مصر سے فلسطین لے گئے۔ وہاں آپ نے یہود کو جنگ کرنے کا حکم دیا مگر پوری قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاف جواب دیا

جو سورہ المائدہ میں نقل کیا گیا ہے کہ ''جاؤ (موسیٰ) تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں'' جہاد سے اعراض کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ارض فلسطین چالیس سال کے لیے ان پر حرام کر دی اور قوم چالیس سال تک صحرا میں بھٹکتی رہی۔ اسی دوران حضرت موسیٰ بھی وفات پا گئے اور حضرت ہارونؑ بھی لیکن ان کے بعد حضرت موسیٰ کے جانشین حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں فلسطین پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ لیکن انہوں نے وہاں ایک حکومت قائم کرنے کی بجائے دس قبیلوں پر مشتمل دس چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں جو باہم دست و گریبان رہتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دوسری مشرک اقوام نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یہود کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ انہیں تین سو سال بعد ہوش آیا کہ فلسطین کے حصول اور دوبارہ عروج کے لیے جہاد کرنا چاہئے اور حضرت طالوت کی قیادت میں جالوت کے خلاف جہاد کیا گیا اور فتح ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت داؤدؑ نے جالوت کو ہلاک کیا تھا۔ اس فتح سے یہودی تاریخ کے زریں باب کا آغاز ہوا اور سو سال تک تین بادشاہوں حضرت طالوتؑ، ان کے داماد حضرت داؤد علیہ السلام اور پھر ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے حکومت کی۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کی سلطنت ان کو دو بیٹوں کے درمیان تقسیم ہو گئی شمالی حصہ اسرائیل اور جنوبی حصہ یہودیہ کہلاتا تھا۔ 700 قبل مسیح میں آشوریوں نے اسرائیل کی شمالی ریاست کو ختم کر دیا صرف چھوٹی سی سلطنت یہودیہ برقرار رہ گئی جس میں یروشلم بھی موجود تھا۔ فسق و فجور اور اللہ کی بغاوت کی پاداش میں عراق کے بادشاہ نمرود بنوقدنضر (بخت نصر) کی صورت میں ان پر عذاب مسلط کیا گیا۔ بخت نصر نے لاکھوں یہودی قتل کئے اور حضرت سلیمانؑ نے جو معبد (ہیکل سلیمانی) تعمیر کیا تھا اُس کو مسمار کر دیا۔ چھ لاکھ یہودی مرد، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر عراق لے گیا۔ اس دور میں فلسطین یہودیوں سے خالی رہا۔ یہودی اس دور کو اپنا دور اسیری (ERA OF CAPTIVITY) قرار دیتے ہیں۔ لگ بھگ ایک سو سال بعد ایران کے بادشاہ سائرس نے عراق کو شکست دے کر یہودیوں کو دوبارہ فلسطین جانے کی اجازت دی۔ فلسطین واپسی کے بعد یہودیوں نے حضرت عزیزؑ کی تجدیدی اور اصلاحی دعوت کے نتیجے میں توبہ کی تو اس عرصہ میں انہوں نے دوبارہ معبد سلیمانی کو بھی تعمیر کیا اور ان کی ایک عظیم سلطنت تھی ''دولت مکابی'' کے نام سے قائم ہوئی، تاہم کچھ عرصہ بعد وہ پھر مذہبی اور اخلاقی زوال میں مبتلا ہوئے تو اس کے بعد سکندر اعظم ان کو تباہ و برباد کرتا ہوا پنجاب تک پہنچا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد رومیوں نے فلسطین پر حکومت قائم کر لی۔ رومیوں کا یہ قبضہ براہ راست نہیں تھا بلکہ انہوں نے وہاں پر مقامی بادشاہتیں رہنے دیں اور وہ بادشاہ ان کے اشاروں پر کام کرتے تھے۔ پھر جب ان پر زوال آیا اور اللہ نے ان پر رومیوں کو مسلط کر دیا تو اسی زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے لیکن یہودیوں نے ان کا انکار کیا اور انہیں جادوگر اور مرتد قرار دے کر اپنے خیال کے مطابق سولی پر چڑھوا دیا۔ جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ سولی ان کی ایک منافق حواری کو چڑھایا گیا جبکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کی گرفتاری سے قبل ہی زندہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ 70 عیسوی میں رومی جنرل ٹائٹیس ان پر عذاب بن کر نازل ہوا اس نے ایک دن میں ایک لاکھ 33 ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور باقی ماندہ کو فلسطین سے بے دخل کرایا۔ اس دور کو یہودی دور انتشار (DIASPORA) قرار دیتے ہیں۔ یہودی اس وقت سے لے کر 1917ء تک فلسطین سے بے دخل رہے ہیں۔ انہیں یروشلم میں پہلی مرتبہ داخلے کی اجازت خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمرؓ نے دی تھی۔ مگر یہاں انہیں آباد کاری کی اجازت نہیں تھی۔ جس کا مطالبہ یروشلم کے عیسائیوں نے کیا تھا جنہوں نے یروشلم بغیر جنگ کیے مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا اس کے بعد یہودی یورپ میں انتہائی تعذیب (Persecution) کا شکار رہے۔ انہیں شہروں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ شہروں میں داخلے کی بھی سوائے معین اوقات کے اجازت نہ تھی۔ گذشتہ صدی میں یہودیوں پر ہٹلر بخت نصر اور ٹائٹس بن کر ٹوٹا اور اسنے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے اور لاکھوں کی تعداد میں انہیں قتل کیا اس قتل عام کو ہولوکاسٹ کہا جاتا ہے۔ ان کے عروج کی پیش رفت کا تیسری مرتبہ آغاز 1917ء میں ہوا جب بالفور ڈیکلریشن آیا کہ یہود فلسطین میں آ کر آباد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہودیوں نے دھن، دھونس اور دھاندلی سے فلسطین میں اپنی بستیاں قائم کیں اور 1948ء میں ناجائز طور پر اسرائیل قائم ہو گیا 1948ء میں عربوں نے اسرائیل سے جنگ کی اور شکست کھائی۔ 1967ء میں پھر عرب اسرائیل جنگ ہوئی۔ اس چھ روزہ جنگ میں اسرائیل نے مصر سے بہت سا علاقہ چھین لیا۔ شام سے گولان

کی پہاڑیاں، شرق، اردن سے مغربی کنارہ (West Bank) اور پورا یروشلم چھین لیا۔ اُس وقت سے لے کر تا حال مسلمانوں کا قبلہ اوّل یہودیوں کے زیر تسلط ہے۔ یہ یہودیوں کے عروج و زوال کی مختصر سی داستان ہے۔

یہاں ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ جیسے ہر معاشرے میں انسانوں کے مختلف طبقات میں یہود ہیں بھی ویسے ہیں موجود ہیں ان میں بھی بنیاد پرست یہودی، سیکولر ذہن کے یہودی اور روایت پسند یہودی ہیں۔ بنیاد پرست تو گریٹر اسرائیل کے زبردست حامی ہیں مگر سیکولر اور روایت پسند یہودی گریٹر اسرائیل کے تو حامی نہیں مگر وہ یروشلم کو کسی قیمت پر مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں اور ہیکل سلیمانی کی تیسری تعمیر کے لیے بنیاد پرستوں کے حامی و مددگار ہیں۔ نوع انسانی کا اوّلین دشمن تو ابلیس لعین ہے اور اس کی اولاد آدم سے دشمنی کا سبب تکبر اور حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوقات کو چھوڑ کر انسان کو اپنا خلیفہ کیوں بنایا بالکل اسی طرح سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا دشمن یہودی ہے اور اس کی دشمنی کا سبب بھی تکبر اور حسد ہے کیونکہ یہودی بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل امت مسلمہ کے منصب پر فائز تھے۔ حضور کی نبوت و رسالت کے اعلان کے بعد ان کو ان کے اس منصب سے معزول کر دیا گیا یہی وجہ ہے کہ وہ دن اور آج کا دن یہودی مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں کے بغض اور عناد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضورؐ سے قبل تقریباً دو ہزار سال سے تمام انبیاء حضرت یعقوبؑ کے سلسلہ سے تھے جبکہ نبی کائنات حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ لہٰذا یہودی مشرکین مکہ کو اوّل روز سے مسلمانوں کے خلاف اُکسانے پر لگ گئے اس اعتبار سے یہ مسلمانوں کے ازلی اور کھلے دشمن ہیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی بھی یہودیوں کا آلہ کار بن گیا تھا اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امت محمدیؐ میں شامل ہو گیا اور اسلام کو نقصان پہنچانے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر اذیت دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا۔ حالانکہ رحمت اللعالمین نے ہجرت مدینہ کے بعد یہود سے معاہدے کئے مگر یہودی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے اور یہود کی اسلام کے خلاف بھڑکائی ہوئی آگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں الاؤ بن گئی اور ایک اور یہودی عبداللہ بن سبا نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور سازشوں کا بازار گرم کر کے امت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ شیعان عثمانؓ اور دوسرا شیعان علیؓ بن گیا جو بعد میں شیعہ اور سنی ہو گئے۔ اس بنیاد پر امت میں ایسا تفرقہ پیدا ہوا کہ ایک لاکھ کے قریب مسلمان ایک دوسرے کی تلوار سے قتل ہوئے آج بھی عالم کفر کا کارگر ہتھیار یہی تفرقہ ہے۔ عراق میں اس وقت جو خونریزی ہو رہی ہے اُس کی بنیاد شیعہ اور سنی اختلافات ہیں اور عراق اسی وجہ سے اس وقت سخت خانہ جنگی سے دوچار ہے۔ یہودی برطانیہ اور امریکہ کو New Israel قرار دیتے ہیں اور نیویارک کو Jew york کہا جاتا ہے۔ کیتھولک بھی پوری طرح شکنجے میں تو نہیں مگر انہوں نے یہود کے سامنے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ یہود کے مستقبل کا عزم یہ ہے کہ دنیا پر ایسا غلبہ پایا جائے کہ دنیا حیوانیت کی سطح پر آ جائے اور یہ پروگرام یہود کے بڑوں نے 1897ء میں ترتیب دیا تھا جسے پروٹوکولز کا نام دیا گیا۔ اور نیو ورلڈ آرڈر بھی حقیقت میں Jew world order ہے۔ چنانچہ ان کا بینکنگ سسٹم کے ذریعے جو معاشی پروگرام ہے وہ یہی ہے کہ پوری دنیا مزدوروں میں تبدیل ہو جائے اور وہ کام کریں اور ان کی کمائی کا بڑا حصہ وہ سود کی شکل میں کھینچ کر لے جائیں لہٰذا اس کے لیے انہوں نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے ادارے قائم کئے۔ بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیز قائم کیں ہیں۔ یہ تو یہودیوں کا ایک پروگرام ہے جسے وہ گلوبلائزیشن کا نام دے رہے ہیں۔ یہ گلوبلائزیشن انسانیت کے خلاف ایک منصوبہ ہے اور اس کے خلاف یورپ میں زبردست تحریک ہے مگر ہمیں اس کے نقصانات کا علم نہیں ہے۔ یہودیوں کے مستقل عزائم میں دوسرا عزم گریٹر اسرائیل کا قیام ہے کہ ہمیں عالم عرب کے قلب میں ایک بڑی یہودی مملکت قائم کرنی ہے اور اس میں وہ تمام علاقے شامل ہوں گے جہاں کبھی یہودی آباد تھے۔ اس میں وہ فلسطین، شام ترکی کا مشرقی اور جنوبی حصہ، مصر کے دریائے نیل کا زرخیز علاقہ، سعودی عرب کا شمالی حصہ اور مدینہ منورہ کو شامل کرتے ہیں اور اس کے لیے ان کی پیش رفت جاری ہے امریکہ عراق میں فتح یاب ہونے کے بعد یہ علاقہ اسرائیل کو پیش کرنا چاہتا ہے اور ایریل شیرون نے کہا تھا کہ ''عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہوگا۔'' یہودیوں کا تیسرا منصوبہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے اپنا تیسرا معبد سلیمانی (Third temple of Solomon) تعمیر کرنا ہے۔ یہ قبۃ الصخرہ

(Dome of Rock) اُسی جگہ پر اموی خلیفہ عبدالملک مروان نے تعمیر کرایا تھا جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شب معراج کے آسمانی سفر کا آغاز ہوا تھا۔ لہٰذا یہودی کہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو ہم گرائیں گے اور اپنا معبد بنائیں گے۔ اس ضمن میں انہیں کسی طرف سے کسی مخالفت کا سامنا نہیں صرف خطرہ ہے تو وہ امت محمدؐ سے ہے جبکہ مسلمان حکمرانوں میں دم نہیں کہ اسرائیل سے دھمکی کے انداز میں بات کر سکیں۔ عیسائی تو ان کے پوری طرح سے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں حالانکہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے بدترین دشمن تھے اور ان کی دشمنی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بقول عیسائیوں کے انہیں سولی پر چڑھوا دیا۔ ارض فلسطین تینوں آسمانی مذاہب یہودیت عیسائیت اور اسلام کے لیے محترم اور مقدس ہے۔ یہودیت کی فلسطین سے عقیدت واحترام کا تذکرہ تو ہو چکا۔ عیسائیوں کے لیے یہ ملک اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ یہی علاقہ حضرت عیسیٰؑ کا مولد ہے یعنی یہیں آپ کی ولادت ہوئی پھر یہیں آپ نے تبلیغ کی۔ پھر یہیں عیسائیوں کے قول کے مطابق انھیں صلیب دی گئی اور وہ صلیب بھی آج تک محفوظ ہے جس پر عیسائیوں کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے رفع سماوی کے ایک ہزار سال بعد سیکنڈ میلینیم کے آغاز پر ارض مقدس کو مسلمانوں سے واگذار کرانے کے لیے صلیبی جنگیں شروع ہوئیں جن میں انتہائی خونریزی ہوئی۔ اس وقت کے پوپ اربن ثانی نے یورپی اقوام کو فلسطین کی واپسی کے لیے جنگ پر اکسایا۔ 1099ء میں عیسائیوں نے جب یروشلم فتح کیا تو یروشلم خون کی ندی بنا ہوا تھا، مگر اللہ کا شکر کہ 88 سال بعد مرد مجاہد صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو شکست دی اور یروشلم واپس لے لیا۔ تاہم اب امریکہ کے پروٹسٹنٹ عیسائی کہہ رہے ہیں کہ فیصلہ کن صلیبی جنگ (Last Crusade) ہونے والی ہے۔ مگر حقیقت میں وہ صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ افغانستان، عراق اور صومالیہ میں میدان جنگ لگا ہوا ہے۔ ایران او ر پاکستان کے بارے میں مناسب وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ مستقبل کے بارے میں یہود اور عیسائیوں کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایجنڈا مشترک ہے اور دونوں چاہتے کہ اُس جنگ کو جلد از جلد ہونا چاہئے جسے بائبل میں آرمیگاڈان اور احادیث میں الملحمۃ العظمیٰ کہا گیا ہے۔ دنیا کا رخ موڑنے والا واقعہ (ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی) بھی یہودیوں کی کارستانی تھی۔ اس قسم کا واقعہ کسی اور کے بس کی بات ہی نہیں جبکہ پورا امریکہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کا گڑھ بنا ہے اور ان کے لیے اس قسم کا واقعہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں یہی وجہ ہے کہ اس واقعے کی تحقیقات کا کام ٹھپ کر دیا گیا کیونکہ اس کا ''کھرا'' یہودیوں کی جانب جا رہا تھا۔ اب ارض فلسطین کا حل کیا ہے؟ ایک اصولی اور مبنی انصاف حل تو وہ ہے جو کسی زمانے میں پی ایل او کا مطالبہ تھا اور حماس کا مطالبہ بھی ہے کہ اسرائیل کا قیام ناجائز ہے لہٰذا اسرائیل کو ختم ہونا چاہیے اور پورا فلسطین اُس کے اصل رہنے والے عرب مسلمانوں کو دیا جانا چاہیے۔ ماضی میں تمام عرب اس مطالبے میں فلسطینیوں کے ساتھ تھے مگر اصلی فیصلہ تو طاقت کرتی ہے ع ''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'' دنیا کی واحد سپر پاور اسرائیل کی پشت پناہ حمایتی اور مددگار ہے۔ اہل یورپ بھی یہود کے حمایتی ہیں۔ لہٰذا کسی سے وفا کی امید نہیں کہ وہ اہل فلسطین کو ان کا حق دلا دیں، یہی وجہ ہے کہ پی ایل او نے ماضی کے موقف سے پیچھے ہٹ گئی ہے اور اب موقف یہ ہے کہ اچھا ٹھیک ہے اسرائیل بھی رہے لیکن ایک فلسطینی ریاست بھی بن جائے۔ اس چھوٹے سے جغرافیے پر پوری دنیا کی نگاہیں ہیں اور بے چارہ مسلمان پٹ رہا ہے اور تقریباً تمام مسلمان بھی اپنی شکست خوردہ ذہنیت کے تحت اسی حل کو قبول کرنے پر تیار ہیں بشرطیکہ اسرائیل اپنی 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے قبل کی حدود میں محدود ہونا قبول کر لے۔ (شائع شدہ: روزنامہ جنگ)